مکنون



ایمان رائے



ناول انتظار کرلے گا، یہیں رہے گا؛ مگر نماز کا وقت گزر جائے گا، پہلے نماز پڑھ لیجیے۔

(This page is Inspired by the late Ishtiaq Ahmed
May Allah bless his soul)

انتساب

ان سب کے نام۔۔۔

جو کبھی خود کو دوسروں سے کم سمجھ بیٹھے۔۔۔

جو دوسروں کی نظر میں اپنی قدر ڈھونڈتے ڈھونڈتے
اپنی ہی نظر میں چھوٹے ہو گئے۔

یہ کہانی اُن سب کے نام۔۔۔

جنہیں ایک دن خود کو پہچاننا تھا۔

پیش نظر

مکنون۔۔ وہ جو ظاہر کی نگاہوں سے اوجھل ہو، مگر اپنے اندر ایک پوری حقیقت، ایک راز اور ایک ان کہی داستان چھپائے ہوئے ہو۔

مکنون صرف محبت، محل اور سازش کی داستان نہیں، بلکہ تقدیر، ایمان، غربت، انسان کے انتخاب اور اس سوال کی کہانی ہے کہ اگر انسان خود کو بدقسمت سمجھتا رہے تو کیا وہ واقعی بدقسمت ہے، یا شاید اسے صرف اُس جگہ سے نکالا جا رہا ہے جہاں اس کی قدر نہیں تھی تاکہ اسے اُس مقام تک پہنچایا جا سکے جہاں اس کی اصل پہچان اس کی منتظر ہو۔

کبھی کبھی زندگی ہمیں وہاں نہیں لے جاتی جہاں ہم جانا چاہتے ہیں۔۔ وہ ہمیں وہاں لے جاتی ہے جہاں ہمیں اپنے آپ سے ملنا ہوتا ہے۔

ہم میں سے کتنے ہی لوگ اپنی زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر یہ سوچ لیتے ہیں کہ شاید ہم دوسروں سے کم ہیں۔ شاید ہم میں کوئی ایسی کمی ہے جس کی وجہ سے ہمیں وہ محبت نہیں ملی جس کے ہم خواہش مند تھے۔ شاید ہماری قسمت ہی خراب ہے۔ شاید خوشیاں دوسروں کے حصے میں لکھی جاتی ہیں اور ہمارے حصے میں صرف انتظار، محرومیاں اور ادھورے خواب آتے ہیں۔

مگر کیا واقعی ایسا ہوتا ہے؟ یا کبھی کبھی مسئلہ ہماری قدر کا نہیں۔۔ ہماری جگہ کا ہوتا ہے۔

کبھی ایک انسان برسوں ایسے لوگوں کے درمیان رہتا ہے جو اس کی خوبیوں کو دیکھنے کے بجائے اس کی خامیاں گنتے رہتے ہیں۔ وہ آہستہ آہستہ وہی ماننے لگتا ہے جو دنیا اسے بتاتی ہے۔ اپنے خواب چھوٹے کر لیتا ہے، اپنی خواہشوں کو خاموش کر دیتا ہے، اور ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جب وہ خود کو بھی اسی نظر سے دیکھنے لگتا ہے جس نظر سے دنیا اسے دیکھتی رہی۔

مکنون اسی سفر کی ایک جھلک ہے۔۔ ایک ایسے سفر کی، جہاں کچھ راستے انسان خود چنتا ہے، اور کچھ راستے تقدیر اس کے سامنے لا کھڑے کرتی ہے۔

جہاں محبت ہے، مگر محبت کے ساتھ یہ سوال بھی ہے کہ کیا کسی کو چاہنے کے لیے خود کو کھو دینا ضروری ہے؟

جہاں اعتماد ہے، مگر ساتھ یہ حقیقت بھی کہ ہر قریب آنے والا مخلص نہیں ہوتا۔

جہاں انسانوں کے درمیان بننے والے رشتے کبھی سہارا بن جاتے ہیں اور کبھی وہی رشتے آزمائش کا سب سے مشکل مرحلہ بن جاتے ہیں۔

یہ کہانی شاید تمہیں یہ بھی سوچنے پر مجبور کرے کہ کسی پر بھروسا کرنا اور کسی پر اندھا بھروسا کرنا ایک بات نہیں۔

جو شخص واقعی تمہارا ساتھ نبھانا چاہتا ہو، وہ حالات بدلنے پر تمہیں نہیں چھوڑتا۔ وہ فاصلے دیکھ کر راستہ بدلنے کے بجائے راستہ تلاش کرتا ہے۔

شاید ایک دن اسے تم تک پہنچنے کے لیے صرف ایک شہر نہیں۔۔ ایک پوری دنیا پار کرنی پڑے۔ مگر وہ پھر بھی آئے گا۔

اس کہانی میں کچھ ایسے لمحے بھی ہیں جہاں شاید تم رک کر سوچو دنیا کتنی ہی بدل جائے، زمانہ کتنا ہی محفوظ کیوں نہ دکھائی دے، اپنے بچوں کے معاملے میں ایک لمحے کی غفلت کبھی کبھی ایسی قیمت مانگ سکتی ہے جسے پوری زندگی بھی واپس نہیں کر سکتی۔

اور پھر اس سب کے درمیان ایک اور حقیقت ہے، شاید سب سے بڑی حقیقت۔ اللہ پر یقین۔

کیونکہ انسان جب اپنے سارے راستے بند دیکھتا ہے تو اسے لگتا ہے کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ وہ دعا کرتا ہے۔ پھر انتظار کرتا ہے۔ اور کبھی کبھی انتظار اتنا طویل ہو جاتا ہے کہ دل میں یہ خیال آنے لگتا ہے کہ شاید اس کی دعا سنی ہی نہیں گئی۔

مگر کیا ہر تاخیر کا مطلب یہی ہے کہ دعا قبول نہیں ہوئی؟ کیا ہر بند دروازہ اس بات کی علامت ہے کہ اللہ نے راستہ ختم کر دیا؟

یا شاید۔۔ اللہ اس کے لیے ایسا راستہ بنا رہا ہوتا ہے جسے انسان اپنی محدود نگاہ سے دیکھ ہی نہیں سکتا؟

کبھی راستہ فوراً نہیں کھلتا۔ کبھی دعا کے بعد حالات پہلے سے زیادہ مشکل محسوس ہونے لگتے ہیں۔ کبھی انسان جس چیز کو اپنی خوشی سمجھ کر مانگتا ہے، وہی اس کے لیے درست نہیں ہوتی۔ اور کبھی اللہ انسان کو وہ نہیں دیتا جس کے لیے وہ رو رہا ہوتا ہے۔۔۔ کیونکہ اللہ جانتا ہے کہ اسے آخر کار کس مقام تک پہنچانا ہے۔ انسان صرف مانگتا ہے۔۔ اللہ انجام جانتا ہے۔

یہ کہانی تمہیں کچھ ایسے سوال بھی دے گی جن کے جواب شاید تمہیں خود تلاش کرنے ہوں گے۔

ممکن ہے اس کے کسی کردار میں تمہیں اپنا ایک حصہ دکھائی دے۔ ممکن ہے کسی منظر میں تمہیں اپنی کوئی پرانی تکلیف یاد آ جائے۔

ممکن ہے کسی کردار کا فیصلہ تمہیں اپنے کسی فیصلے کی یاد دلا دے۔۔ اور ممکن ہے کسی موڑ پر تمہیں یہ احساس ہو کہ جس چیز کو تم اپنی زندگی کا اختتام سمجھ رہے تھے۔۔ وہ شاید کسی اور زندگی کی ابتدا تھی۔

اور شاید زندگی کا سب سے خوبصورت راز یہی ہے کہ جب انسان اپنی قدر پہچاننے والی جگہ تک پہنچتا ہے۔۔۔ تو اسے پہلی بار سمجھ آتا ہے کہ جسے وہ اپنی بدقسمتی سمجھتا رہا، وہ دراصل اسے اُس مقام تک لے جانے والا راستہ تھا جہاں اس کی اصل پہچان، اس کی اصل خوشی اور اس کی اصل کہانی اس کی منتظر تھی۔

شاید اسی لیے کچھ کہانیاں مکنون رہتی ہیں۔۔۔ تاکہ وقت آنے پر تقدیر خود انہیں آشکار کرے۔

(یہ ناول میری ذاتی تخلیق ہے۔ اسے لکھتے ہوئے کسی مصنف، کتاب یا تحریر کی نقل نہیں کی گئی۔ براہِ کرم اس ناول کے کسی بھی حصے کو میری اجازت کے بغیر کاپی، پیسٹ، دوبارہ شائع، یا اپنے نام سے منسوب نہ کریں۔)

قسط نمبر

06

گھر میں سب سو چکے تھے۔ماں کئی دن بعد دوا کھانے کے بعد سکون سے سو رہی تھی۔بہن بھی پیٹ بھر کر کھانا کھانے کے بعد گہری نیند میں تھی۔اور حازم۔۔وہ اپنے بستر پر لیٹا چھت کو دیکھ رہا تھا۔آج پہلی بار گھر میں دوا بھی تھی۔۔کھانا بھی تھا۔۔اور اس کی جیب میں چند سکے بھی۔

مگر نہ جانے کیوں۔۔اس کے دل کو سکون نہیں تھا۔

"اپنا ضمیر مار کر آنا۔۔"تاجر کی آواز بار بار اس کے کانوں میں گونج رہی تھی۔

"وہ مجھے اتنے پیسے کیوں دے رہا تھا؟"حازم نے آنکھیں بند کر لیں۔

"اس نے مجھ سے کچھ غلط کرنے کو بھی نہیں کہا۔"

کچھ دیر خاموشی رہی۔پھر اس کے ذہن میں ایک اور خیال آیا۔

"اگر کل اس نے کوئی غلط کام کہا تو؟"اس کا دل دھڑک اٹھا۔

"نہیں۔۔میں ایسا نہیں کروں گا۔۔حرام کا پیسہ۔۔"

وہ رک گیا۔ماں کی طرف دیکھا۔

"اگر اسی پیسے سے امی کی دوا آ جائے تو؟"اس سوال نے اسے اندر تک ہلا دیا۔

وہ کچھ دیر خاموش رہا۔پھر جیسے خود ہی اپنے سوال سے بچنے کی کوشش کرتے ہوئے بولا،

"نہیں۔۔حرام تو حرام ہے۔۔چاہے ضرورت کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو۔"

مگر اگلے ہی لمحے اس کے ذہن میں صبح کا منظر آ گیا۔ مسجد کے باہر کھڑا وہ۔۔ لوگوں سے کام مانگتا ہوا۔۔ ایک کے بعد ایک انکار سنتا ہوا۔ پھر حکیم کے سامنے کھڑا۔۔ اور ادھار دوا مانگتا ہوا۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔

"آخر میری کیا غلطی ہے؟" اس کی آنکھیں چھت پر جمی رہیں۔

"میں کام نہیں کرنا چاہتا؟ میں محنت نہیں کرتا؟ میں صبح سے شام تک گلیاں نہیں ناپتا؟"

"پھر بھی میرے حصے میں غربت ہی کیوں ہے؟"

اس نے تکیے پر سر موڑ لیا۔ کچھ دیر بعد اس کے ذہن میں وہ خیال آیا جس سے وہ خود بھی ڈر گیا۔

"اگر پیسہ حلال طریقے سے نہیں آتا۔۔ تو کیا فرق پڑتا ہے؟"

"پیسہ تو پیسہ ہے۔"

پھر دل نے جیسے آخری سوال کیا۔

"اگر میں حرام کمانے لگا تو۔۔ میں اپنے رب سے کتنا دور ہو جاؤں گا؟"

اس کی آنکھوں کے کنارے بھیگ گئے۔ وہ کچھ دیر خاموشی سے لیٹا رہا۔ پھر ایک اور خیال آیا۔ وہ پہلے سے زیادہ تلخ تھا۔

"لیکن اگر میں اتنا مجبور ہوں۔۔ تو پھر اللہ میری مدد کیوں نہیں کر رہے؟"

"میں نے کب مانگا نہیں؟ میں نے کب کوشش نہیں کی؟ میں نے تو ہر دروازہ کھٹکھٹایا ہے۔۔"

"پھر میرے لیے کوئی دروازہ کیوں نہیں کھلتا؟"

اس کے سینے میں عجیب سی گھٹن ہونے لگی۔

وہ نہیں جانتا تھا کہ انسان ہمیشہ اپنے اختیار سے آزمائش کا آغاز نہیں کرتا۔۔

مگر آزمائش کے اندر اگلا قدم اکثر اس کے اپنے ہاتھ میں آ جاتا ہے۔

اللہ کے ہاں اس کے لیے کیا لکھا تھا۔۔ یہ حازم نہیں جانتا تھا۔ وہ صرف آج دیکھ رہا تھا۔

اور انسان کی ایک بڑی کمزوری یہی ہے۔۔ کہ وہ آنے والے کل کا فیصلہ آج کے دکھ سے کرنے لگتا ہے۔

کبھی کبھی اللہ راستہ بند نہیں کرتا۔۔ صرف انسان کو اپنی منزل تک پہنچنے میں وقت لگتا ہے۔

کبھی رزق دیر سے آتا ہے۔۔ کبھی کسی ایسے دروازے سے آتا ہے جس کا انسان نے سوچا بھی نہیں ہوتا۔

مگر بے صبری۔۔ انسان کو منزل سے پہلے ہی راستہ بدلنے پر مجبور کر دیتی ہے۔

اور پھر۔۔ اس کے سامنے دو راستے ہوتے ہیں۔

ایک مشکل۔۔ مگر درست۔

اور دوسرا آسان۔۔ مگر غلط۔

اللہ منزل لکھ دیتا ہے۔۔ مگر اس منزل تک کس راستے سے پہنچنا ہے، اس کے انتخاب میں انسان کا امتحان چھپا ہوتا ہے۔

فجر کی اذان کی آواز محل کی خاموش راہداریوں میں پھیل گئی۔ رات کی تاریکی ابھی پوری طرح ختم نہیں ہوئی تھی، مگر محل میں صبح کی پہلی جنبش شروع ہو چکی تھی۔۔

ایک ایک کر کے محل کی خواتین وضو کے لیے جانے لگیں۔۔ شہزادی ملکہ نے اپنے کمرے سے نکلتے ہوئے ایک خادمہ کو اپنے پاس بلایا۔

"جاؤ، اس اجنبی لڑکی کو وضو کروا دو۔"

خادمہ نے سر جھکایا اور آئرین کے کمرے کی طرف چل دی۔ آئرین ابھی بستر پر بیٹھی تھی۔ خادمہ نے اسے اشاروں سے وضو کرنے کے لیے ساتھ چلنے کو کہا۔ آئرین چند لمحے اسے دیکھتی رہی، پھر خاموشی سے اس کے ساتھ ہو لی۔

نماز کے بعد جب محل کی معمول کی مصروفیات شروع ہوئیں تو آئرین واپس اپنے کمرے میں آئی۔

گرمی سے اس کے چہرے پر پسینے کی ہلکی تہہ اب بھی نمایاں تھی۔ شہزادی ملکہ کی نظر اس پر پڑی تو انہوں نے ایک لمحے کے لیے اسے دیکھا۔ پھر خادمہ کو اشارہ کیا۔ کچھ دیر بعد خادمہ نفیس لباس لے آئی۔

شہزادی ملکہ نے وہ لباس آئرین کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا: "یہ پہن لو۔"

آئرین نے لباس اپنے ہاتھوں میں لیا۔اس کی نگاہیں کپڑے پر ٹھہر گئیں۔یہ لباس اس کے لیے بالکل اجنبی تھا۔

نہ کپڑے کا انداز اس کی دنیا جیسا تھا، نہ پہننے کا طریقہ مگر شہزادی کے اشارے سے وہ سمجھ گئی کہ یہ اسی کے لیے ہے۔

وہ غسل کے لیے چلی گئی۔کچھ دیر بعد واپس آئی تو وہی نیا لباس زیبِ تن کیے ہوئے تھی۔

کچھ دیر بعد دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔ایک خادمہ اندر داخل ہوئی۔اس کے ہاتھ میں ناشتے کی ایک نفیس سی ٹرے تھی۔

خادمہ نے ٹرے ایک جانب رکھی اور پھر اشارے سے اسے بتایا:

"شہزادی شاہی تعام گاہ میں شاہی خاندان کے ساتھ ناشتہ کریں گی۔"

آئرین خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔ایک لفظ بھی اس کی سمجھ میں نہ آیا۔

خادمہ نے دوبارہ کچھ سمجھانے کی کوشش کی، مگر آئرین کے چہرے پر وہی الجھن برقرار رہی۔آخر خادمہ نے نرمی سے مسکرا کر صرف کھانے کی طرف اشارہ کیا۔پھر دروازہ بند کر کے چلی گئی۔آئرین کچھ دیر تک سامنے رکھے ناشتے کو دیکھتی رہی۔اسے اچانک اپنا گھر یاد آ گیا۔

اپنی ماں۔۔وہ گھر جس کی معمولی سی آوازیں بھی کبھی اسے بوجھ لگتی تھیں۔

وہ صبحیں۔۔ماں کی آواز۔۔اور وہ زندگی جس سے نکلنے کی خواہش اس نے نہ جانے کتنی بار دل میں کی تھی۔

آئرین نے آہستہ سے نوالہ اٹھایا۔جیسے ہی پہلا نوالہ اس کے منہ میں گیا۔۔اس کی آنکھوں سے ایک آنسو بے اختیار گر پڑا۔

وہ فوراً جھک گئی۔ہاتھ میں پکڑا نوالہ جیسے حلق میں اٹک گیا ہو۔

اس نے نم آنکھوں سے سامنے دیکھا اور بہت دھیمی آواز میں بولی:

"یااللہ۔۔۔"

ایک اور آنسو اس کے گال پر بہہ نکلا۔

"مجھے معاف کرنا۔۔۔"

"اگر میں نے کبھی اُس زندگی سے دور ہونے کی دعا کی تھی۔۔۔"

اس کی آواز لرز گئی۔اس نے اپنے ارد گرد دیکھا۔وہی اجنبی کمرہ۔وہی اجنبی چیزیں۔وہی خاموشی۔

"مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے میں یہاں بھی ان لوگوں کے لیے ایک بوجھ ہوں۔۔۔"

وہ کچھ دیر خاموش رہی۔پھر اپنے آنسو پونچھتے ہوئے خود کو تسلی دینے لگی۔

"نہیں۔۔میں جلد ہی یہاں سے باہر نکلنے کا راستہ ڈھونڈ لوں گی۔"

اس کی آواز میں اب امید کی ایک کمزور سی ڈور تھی۔

"بس مجھے اُن سپاہیوں سے کہنا ہے۔۔جس راستے سے میں یہاں آئی ہوں،وہ مجھے وہیں واپس چھوڑ آئیں۔"

اس نے اپنے ہاتھوں کو مضبوطی سے تھاما۔

"میرے ملک کے راستے پر۔۔بس مجھے وہاں تک پہنچا دیں۔۔"

"پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔"وہ خود کو سمجھانے لگی۔

"میں واپس جاؤں گی۔۔گھر سے دور رہ لوں گی۔۔"

اس کی آواز پھر بھرّا گئی۔

اور پہلی بار اسے احساس ہوا۔۔کبھی کبھی انسان جس گھر سے دور بھاگنا چاہتا ہے،اسی گھر کی ایک جھلک کے لیے ترس جاتا ہے۔

آئرین ابھی اپنے آنسو پونچھ ہی رہی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی۔وہ فوراً سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

دروازہ کھلا تو شہزادی ملکہ کے ساتھ شاہی حکیم اندر داخل ہوئے۔آئرین نے جلدی سے اپنے گالوں پر رہ جانے والے آنسو صاف کیے اور فوراً دوپٹہ سر پر لے لیا۔شہزادی ملکہ نے اس کی طرف دیکھا،مگر کچھ پوچھا نہیں۔

حکیم اس کے قریب آئے۔ انہوں نے آئرین کی نبض تھامی۔ چند لمحے خاموشی سے نبض دیکھتے رہے، پھر اس کے چہرے اور پاؤں کی طرف نظر کی۔ آخر انہوں نے اطمینان سے سر ہلایا۔

"اب کافی بہتری ہے۔"

"پاؤں کی سوجن؟" شہزادی ملکہ نے فوراً پوچھا

حکیم نے جواب دیا: "وہ بھی پہلے سے کم ہے۔"

پھر قدرے سنجیدہ ہو کر بولے: "مگر ابھی اسے زیادہ چلنے پھرنے نہ دیجیے گا۔ جتنا آرام کرے گی، اتنا ہی بہتر ہو گا۔"

"وہ جو جڑی بوٹیوں کا محلول تیار کیا ہے، وہ اسے وقت پر پلا دیجیے گا۔"

شہزادی ملکہ نے سر ہلا دیا۔ حکیم نے ایک بار پھر آئرین کو دیکھا۔ وہ خاموش بیٹھی تھی۔ اسے ان کی ایک بات بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

دوسری طرف۔۔ سلطان اپنے مخصوص مجلس خانے میں موجود تھے۔ وزیر بدرالدین ان کے سامنے کھڑے تھے۔

سلطان نے کچھ سوچا، پھر اچانک پوچھا،

"وہ مترجم کب تک پہنچ جائے گا؟"

بدرالدین نے فوراً جواب دیا "امید ہے دو دن کے اندر، حضور۔"

سلطان نے اثبات میں سر ہلایا۔ پھر جیسے کچھ یاد آیا۔

"میرے استاد۔۔ شیخ نجم الدین کو بلاؤ۔"

بدرالدین نے سر جھکا دیا۔

سلطان نے مزید کہا، "انہیں چند زمانوں کی گرامر سے واقفیت ہے۔ شاید وہ اس لڑکی کی زبان سمجھنے میں ہماری کچھ مدد کر سکیں۔"

پھر انہوں نے ایک اور حکم دیا: "بہرام کو بلاؤ۔"

بدرالدین نے فوراً سر جھکا دیا۔ کچھ ہی دیر بعد دروازہ کھلا اور بہرام اندر داخل ہوا۔ اس نے آ کر ادب سے سر جھکایا۔

"حکم، سلطان؟"

سلطان نے اسے دیکھا اور نہایت سنجیدگی سے کہا، "شہزادی ملکہ اور اس اجنبی لڑکی کو میرے پاس لے آؤ۔"

"جی، حضور۔" بہرام نے اثبات میں سر ہلایا۔

پھر اس کے چہرے پر ہلکی سی شرارت نمودار ہوئی۔

"تو پھر اس پری کے لیے سواری لے آؤں یا اسے پیدل ہی لے آؤں؟"

سلطان کی نگاہ فوراً اس پر ٹھہری۔ بہرام سمجھ گیا کہ اس نے شاید پھر وہی لفظ استعمال کر دیا ہے۔ پری۔۔۔

سلطان کو اس کا بار بار آئرین کو "پری" کہنا کچھ ناگوار گزرتا تھا، مگر انہوں نے کچھ نہ کہا۔

بس چند لمحے اسے گھورتے رہے۔ بہرام نے لب بھینچ کر مسکراہٹ روکنے کی کوشش کی اور فوراً سر جھکا دیا۔

"جی، سلطان۔"

وہ پلٹا اور باہر نکل گیا۔

حازم وقت سے پہلے ہی بازار پہنچ گیا۔ رات بھر اسے یہی خیال رہا تھا کہ صبح ہوتے ہی اسے کام مل جائے گا۔

کچھ دیر بعد تاجر دکان پر آیا تو حازم فوراً اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ تاجر نے اسے دیکھا اور بغیر کسی تمہید کے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ اس کی طرف بڑھا دیا۔ حازم نے کاغذ لے لیا۔

تاجر نے کہا،

"زیادہ کچھ نہیں کرنا۔۔ ان گھروں کے نام لکھے ہیں۔۔۔"

"اور ہر نام کے آگے رقم بھی لکھی ہے۔" اس نے کاغذ کی طرف اشارہ کیا۔

"تم نے بس ان گھروں سے جا کر رقم وصول کرنی ہے اور واپس آ جانا ہے۔"

حازم نے کاغذ پر ایک نظر ڈالی۔ کئی نام تھے۔۔ کئی رقمیں۔ بس اتنا ہی کام تھا۔

نہ کسی بوجھ کو اٹھانا تھا، نہ سارا دن دھوپ میں کھڑے رہنا تھا۔

اس نے فوراً سر ہلا دیا۔ تاجر نے مزید کچھ نہیں کہا۔ حازم کاغذ تہہ کر کے جیب میں رکھتا ہوا دکان سے نکل گیا۔

اسے یہ کام آسان لگا۔ شاید پہلی بار اسے محسوس ہوا تھا کہ قسمت نے اس کے لیے کوئی دروازہ کھولا ہے۔

وہ پہلے گھر پہنچا۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔۔ ایک شخص باہر آیا۔

حازم نے نام بتایا اور کاغذ پر لکھی رقم بتا دی۔ اس شخص نے بغیر کسی بحث کے پوری رقم اس کے ہاتھ میں رکھ دی۔

حازم نے سکے گنے اور آگے بڑھ گیا۔ دوسرے گھر سے بھی رقم پوری مل گئی۔ تیسرے گھر میں بھی کسی نے سوال نہیں کیا۔

حازم ایک ایک کر کے رقمیں جمع کرتا گیا۔ اس کی جیب میں سکے بڑھتے جا رہے تھے۔ اس کے قدم پہلے سے زیادہ تیز ہو گئے۔

مگر اگلا گھر بازار کی رونق سے بہت دور ایک تنگ سی گلی میں تھا۔ گلی کے آخری سرے پر ایک پرانا سا مکان تھا۔

دروازہ لکڑی کا تھا اور جگہ جگہ سے پھٹ چکا تھا۔ حازم نے دستک دی۔ کوئی جواب نہ آیا۔

اس نے دوبارہ دستک دی۔ کچھ دیر بعد دروازہ کھلا۔ ایک عورت خاموشی سے سامنے کھڑی تھی۔

حازم نے اندر قدم رکھا۔ اور وہیں رک گیا۔ گھر دیکھ کر اس کے ہاتھ میں پکڑا ہوا کاغذ جیسے اچانک بھاری ہو گیا۔

مٹی کی دیواروں پر جگہ جگہ سے پلستر اکھڑا ہوا تھا۔ ایک کونے میں پرانی سی چٹائی بچھی تھی۔

دوسرے کونے میں مٹی کا چولہا ٹھنڈا پڑا تھا۔ برتن اتنے کم تھے کہ شاید پورے گھر کا سامان ایک ہی نظر میں گنا جا سکتا تھا۔

چھت کے ایک حصے سے سورج کی روشنی کی باریک لکیر اندر آ رہی تھی۔

اور کمرے کے اندر۔۔ایک بچہ خاموشی سے بیٹھا تھا۔۔اس کا چہرہ زرد تھا۔آنکھیں دھنس گئی تھیں۔

وہ کچھ نہیں کہہ رہا تھا۔۔بس اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھے بیٹھا تھا۔حازم کی نظر بے اختیار اس پر ٹھہر گئی۔

عورت نے کوئی وضاحت نہیں کی۔وہ اندر گئی۔۔کچھ دیر بعد مٹھی بھر سکے لے کر واپس آئی۔

اس نے وہ سکے حازم کی طرف بڑھا دیے۔حازم نے گنے۔رقم پوری نہیں تھی۔وہ چند لمحے خاموش رہا۔

عورت نے پہلی بار دھیمی آواز میں کہا،

"باقی رقم۔۔باقی کچھ دن بعد لے لیجیے گا۔"

حازم نے اس کی طرف دیکھا۔عورت نے کچھ اور کہنے کی کوشش کی، مگر شاید الفاظ نہیں تھے۔

اس نے بس اپنے بیٹے کی طرف دیکھا۔وہی ایک نظر کافی تھی۔حازم سمجھ گیا۔

اس گھر میں یہ چند سکے بھی بہت تھے۔اس کے ذہن میں آیا کہ وہ کہہ دے،

"رہنے دیں۔۔۔"

بس اتنا سا جملہ۔وہ چاہتا تو کہہ سکتا تھا۔آخر یہ کوئی بڑی رقم بھی تو نہیں تھی۔

مگر اسی لمحے اسے اپنی ماں یاد آ گئی۔اس کا بخار۔۔اس کی دوا۔۔گھر میں موجود خالی برتن۔۔

اور اس کی اپنی جیب، جس میں آج پہلی بار کچھ سکے آئے تھے۔اس نے فوراً اپنے دل کو سمجھایا۔

"میں کون ہوتا ہوں فیصلہ کرنے والا؟ مجھے صرف پیسے لینے کے لیے بھیجا گیا ہے۔مجھے کیا معلوم یہ رقم کیوں لی جا رہی ہے؟"

"میں نے کون سا کسی پر ظلم کیا ہے؟"

احازم نے خاموشی سے وہ کم رقم اپنی مٹھی میں لے لی۔پھر عورت کی طرف دیکھا۔

"باقی۔۔۔بعد میں لے لوں گا۔"

عورت نے صرف سر ہلا دیا۔حازم مڑا اور دروازے سے باہر نکل آیا۔چند قدم چلنے کے بعد اس نے ایک بار پیچھے دیکھا۔

وہ عورت اب بھی دروازے پر کھڑی تھی۔اور اندر۔۔وہ بچہ ابھی تک اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھے بیٹھا تھا۔

حازم نے فوراً نظریں پھیر لیں۔اس نے اپنی مٹھی میں بند سکوں کو مضبوطی سے پکڑا۔اور پھر آگے بڑھ گیا۔

بعض اوقات غلط راستے پر پہلا قدم کسی برے کام سے نہیں اٹھتا وہ صرف ایک ایسے لمحے سے اٹھتا ہے،جب انسان اپنے دل کی آواز سن کر بھی اسے خاموش کر دیتا ہے۔

حازم گلی کے موڑ تک پہنچا تو اس کے قدم اچانک رک گئے۔وہ چند لمحے وہیں کھڑا رہا۔اس کی مٹھی میں بند سکے جیسے بار بار اسے یاد دلا رہے تھے کہ وہ کچھ پیچھے چھوڑ آیا ہے۔اس کی نگاہوں کے سامنے بار بار وہی بچہ آ رہا تھا۔۔زرد چہرہ۔۔خاموش آنکھیں۔۔اور پیٹ پر رکھا ہوا ننھا سا ہاتھ۔

حازم نے بے اختیار نظریں جھکا لیں۔پھر اچانک پلٹ گیا۔اس کے قدم دوبارہ اسی گھر کی طرف اٹھنے لگے۔

کچھ ہی دیر بعد وہ دروازے پر واپس کھڑا تھا۔عورت نے اسے دیکھا تو حیران رہ گئی۔

حازم نے کوئی جواب نہیں دیا۔بس وہ سکے اس کی طرف بڑھا دیے۔

"رکھ لیں۔۔باقی رقم اگلی دفعہ لے لوں گا۔"

عورت کچھ کہہ نہ سکی۔اس کی آنکھوں میں اچانک نمی اتر آئی۔

محل کے ایک خاموش کمرے میں ایک خادمہ چاقو سے سیب کے باریک قتلے کاٹ رہی تھی۔تازہ سیب کی خوشبو کمرے کی فضا میں گھلی ہوئی تھی۔آئرین بستر کے قریب بیٹھی ہوئی تھی۔شہزادی ملکہ کی نظر اس پر پڑی تو ان کے چہرے پر بے اختیار حیرت آ گئی۔وہ آج پہلے سے کہیں بہتر لگ رہی تھی۔

اسی دوران دروازہ کھلا۔شہزادی ماہ جبین،گلنار اور ایک دوسری خادمہ اندر داخل ہوئیں۔

ماہ جبین نے بھی آئرین کو دیکھا۔اس کے قدم ایک لمحے کو ٹھہرے اس کے دل میں ایک بار پھر ہلکی سی کسک اٹھی۔
مگر اگلے ہی لمحے اس نے اپنے چہرے پر نہایت محبت بھری مسکراہٹ سجالی۔وہ آئرین کے قریب جا کر بیٹھ گئی۔
"کیسی ہو؟"
آئرین نے اسے دیکھا۔اس کے الفاظ تو سمجھ نہ آئی، مگر لہجے میں موجود نرمی محسوس کر کے ہلکا سا مسکرا دی۔
ماہ جبین نے فوراً ایک خوبصورت سا پیکٹ اپنی طرف سے اس کے سامنے رکھا۔
پھر ایک ایک کر کے چیزیں نکالنے لگی۔اس نے تمام چیزیں آئرین کی طرف بڑھا دیں۔
"سب تمہارے لیے ہے۔"
آئرین حیرت سے ان چیزوں کو دیکھتی رہی۔شہزادی ملکہ نے قدرے حیرت سے ماہ جبین کو دیکھا۔
"تم یہ سب کیوں لائی ہو؟"
والدہ آج آرہی ہیں۔۔۔میں خود لے آتی۔۔۔
ماہ جبین نے ہلکی سی ہنسی کے ساتھ کہا:"آخر ہمارا تمہارا رشتہ بھی تو بہت پرانا ہے۔"
"تمہاری مہمان کے لیے اتنا تو کر ہی سکتی ہوں۔"وہ آئرین کی طرف دیکھتے ہوئے بولی
"میرے ساتھ ایسی باتیں نہ کیا کرو۔"شہزادی ملکہ کے چہرے پر فوراً ناگواری آگئی۔
"ارے۔۔کیا ہو گیا؟"ماہ جبین نے حیرت سے اسے دیکھا۔
"میرا تم سے کوئی رشتہ نہیں۔"شہزادی ملکہ نے بے نیازی سے رخ پھیر لیا۔
ماہ جبین نے لمحہ بھر اسے دیکھا، پھر ہنس کر بولی:"اچھا بھئی، ٹھیک ہے۔"
پھر وہ ذرا قریب ہو کر محبت سے بولی:"دیکھو تو سہی، مجھے تمہارا کتنا خیال ہے۔"
اس نے آئرین کی طرف دیکھا، پھر کمرے میں کھڑی گلنار کی طرف اشارہ کیا۔

"اسی لیے آج سے میری یہ ملازمہ۔۔گلنار۔۔۔تمہاری دوست کے ساتھ رہے گی۔"

پھر شہزادی ملکہ کی طرف دیکھ کر بولی، "اس کی ضرورت کا ہر کام یہی کرے گی۔"

"تمہیں اب اس کے بارے میں کوئی فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔"

گلنار نے خاموشی سے سر جھکا دیا۔ شہزادی ملکہ نے اسے دیکھا، پھر آئرین کی طرف۔ آئرین نے بھی گلنار کی طرف دیکھا اور نہایت معصومیت سے مسکرا دی۔ گلنار کے دل میں کچھ عجیب سا ہوا۔ وہ اسے چند لمحوں تک دیکھتی رہی۔

اب تک جو کچھ اس نے آئرین کے بارے میں سنا تھا۔۔وہ سب اس کے ذہن میں گھوم گیا۔

مگر اب جب وہ اسے اپنے سامنے دیکھ رہی تھی تو اسے محسوس ہوا کہ آئرین کی خوبصورتی سے زیادہ نمایاں اس کی سادگی تھی۔

اس کے چہرے پر نہ غرور تھا، نہ اجنبیت کا تکبر۔ بس ایک خاموش سی معصومیت تھی۔

"جتنا اس کے بارے میں سنا تھا، یہ تو اس سے بھی زیادہ پیاری ہے۔" گلنار نے دل ہی دل میں سوچا

اس کی نظریں آئرین کے معصوم چہرے پر ٹھہر گئیں۔ اور پہلی بار اسے اپنے پچھلے خیالات پر شرمندگی سی محسوس ہوئی۔

"میں ہی بلاوجہ غلط سوچ رہی تھی۔۔۔"

کچھ دیر بعد بہرام اور یونس شہزادی ملکہ کے حصے کی طرف پہنچے۔ بہرام نے ایک خادمہ کو بلایا۔

"شہزادی ملکہ سے کہو سلطان نے انہیں فوراً شاہی مجلس میں طلب فرمایا ہے۔ اور وہ اجنبی لڑکی بھی ساتھ ہو۔"

خبر اندر پہنچائی گئی۔ کچھ ہی دیر بعد دروازہ کھلا۔ شہزادی ملکہ آگے تھیں۔ آئرین ان کے پیچھے تھی۔

اس کے چلنے میں ابھی بھی کچھ کمزوری تھی، اس لیے گلنار اسے سہارا دیے ہوئے تھی۔

بہرام کی نگاہ پہلی بار اس پر پڑی۔ وہ ایک لمحے کو خاموش رہ گیا۔ آئرین نے شاہی لباس پہن رکھا تھا۔

گہرا بھورا لباس اس کی دودھیا گندمی رنگت پر عجیب طرح سے نکھر رہا تھا۔ اس کی بھوری آنکھیں تھکن کے باوجود صاف اور گہری دکھائی دے رہی تھیں۔ پاؤں میں شہزادی ملکہ کا جوتا تھا۔ وہ اس کے پاؤں سے بڑا تھا، اس لیے چلتے ہوئے بار بار ڈھیلا ہو جاتا۔

بہرام کی نظر چند لمحوں کے لیے اس جوتے پر گئی۔ پھر آئرین کے چہرے پر۔ آئرین نے بھی اسے دیکھا۔

اور اچانک۔۔ وہ ہلکا سا مسکرا دی۔ بہرام ٹھٹک گیا۔

اس مسکراہٹ میں نہ شاہی آداب تھے، نہ تکلف۔ بس ایک عجیب سی امید تھی۔

جیسے وہ اسے دیکھ کر دل ہی دل میں سوچ رہی ہو، شاید یہی شخص مجھے یہاں سے باہر لے جا سکے۔

بہرام کو اس کے اس طرح مسکرانے کی وجہ سمجھ نہ آئی۔ یونس نے آئرین کی طرف دیکھا، پھر بہرام کی طرف۔ مگر کچھ نہ کہا۔

شاہی مجلس کے دروازے تک پہنچ کر شہزادی ملکہ اور آئرین اور گلنار اندر داخل ہوئیں۔

یونس وہیں تک آیا تھا، اسے واپس جانے کا اشارہ مل گیا۔ بہرام ان کے ساتھ اندر چلا گیا۔ اندر سلطان موجود تھے۔

وزیر بدرالدین بھی ایک جانب کھڑے تھے۔ آئرین نے کمرے میں قدم رکھا تو اس کی نگاہ پہلے سلطان پر پڑی۔

وہ اسے دیکھ کر ایک لمحے کے لیے ٹھٹھک گئی، سامنے ایک ایسا مرد بیٹھا تھا جسے دیکھ کر آئرین کو پہلی ہی نظر میں اندازہ ہو گیا کہ باقی سب لوگ اس کے سامنے اتنے خاموش اور باادب کیوں ہیں۔

اس کے گہرے بھورے، گھنے بال پیشانی سے پیچھے کی طرف سلیقے سے سنورے ہوئے تھے۔

بالوں میں ہلکی سی قدرتی لہر تھی، جو اس کے چہرے کو اور نمایاں کر رہی تھی۔

اس کی گھنی بھنویں سیدھی اور واضح تھیں، اور ان کے نیچے گہری بھوری خاموش آنکھیں۔

وہ آنکھیں عجیب تھیں۔۔ پرسکون بھی، سنجیدہ بھی۔

ایسی نگاہ جس میں کسی اجنبی کے لیے حیرت کم اور اسے سمجھنے کی کوشش زیادہ تھی۔

اس کی ناک سیدھی اور متناسب تھی۔

اور اس کے ہونٹوں کے گرد ہلکی سی سختی لیے ہوئے تراشی ہوئی سیاہ داڑھی اس کے خوبصورت نقوش کو مزید نمایاں کر رہی تھی۔

چہرہ صاف، مضبوط اور متناسب تھا۔

آئرین کی نگاہ اس کے چہرے سے ہٹ کر اس کے لباس پر جا ٹھہری۔

وہ سیاہ رنگ کا نہایت نفیس شاہی لباس پہنے ہوئے تھا، جس پر سنہری دھاگے سے باریک اور بے حد خوبصورت بیل بوٹے بنے ہوئے تھے۔

سینے کے دونوں طرف سنہری کشیدہ کاری کی پٹیاں نیچے تک جا رہی تھیں۔

کندھوں اور بازوؤں پر بھی سنہری نقش و نگار تھے، جن کے درمیان نیلے اور سفید نگینے جڑے ہوئے تھے۔

اس لباس کی کڑھائی اتنی نفیس تھی کہ آئرین چند لمحوں تک اسے دیکھتی رہ گئی۔

کمر پر ایک نفیس شاہی کمر بند تھا، جس کے ساتھ ایک خنجر بھی موجود تھا۔

اور پھر اس کی نظر اس کے ہاتھوں پر گئی۔

ایک ہاتھ آرام سے اپنی جگہ ٹکا ہوا تھا، جبکہ پورے اندازِ نشست میں عجیب سا اطمینان اور اختیار محسوس ہوتا تھا۔

آخر میں اس کی نگاہ اس کے گہرے رنگ کے چمڑے کے جوتوں تک پہنچی۔

آئرین نے بے اختیار دل میں سوچا۔۔۔ یہ شخص واقعی اسی زمانے کا ہے۔

اس نے اپنی زندگی میں ایسا لباس صرف تصویروں، فلموں یا تاریخی مناظر میں دیکھا تھا۔

مگر آج۔۔ وہی لباس اس کے سامنے ایک زندہ انسان پہنے بیٹھا تھا۔ اور وہ شخص۔۔ سلطان تھا۔

آئرین کو ابھی اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا۔ بس اتنا محسوس ہو رہا تھا کہ اس کمرے میں موجود ہر شخص اس کے سامنے جس احترام سے کھڑا تھا۔ وہ آدمی عام نہیں تھا۔ بہرام نے اس کی طرف دیکھا۔

پھر اپنی زبان میں نرمی سے سمجھانے لگا۔۔"گھبراؤ نہیں۔۔"

آئرین نے اسے دیکھا۔وہ اس کی زبان نہیں سمجھ رہی تھی۔بہرام نے اس کے جوتے کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ تمہارے پاؤں کے لیے بڑا ہے۔"

پھر اپنے ہاتھ سے ناپ کا اشارہ کیا۔

"میں تمہارے لیے تمہارے پاؤں کے مطابق جوتا بنوا دوں گا۔"

آئرین خاموش رہی۔بہرام نے دوبارہ سمجھانے کی کوشش کی۔

"اور تمہاری زبان سمجھنے والا ایک استاد بھی آرہا ہے۔۔دو دن میں پہنچ جائے گا۔پھر تم اس سے بات کر سکو گی۔"

وہ مسلسل بولتا رہا۔

"اور یہ لباس بھی اگر تمہیں پسند نہیں تو کوئی اور بنوا دیں گے۔"

مگر آئرین صرف ایک چیز چاہتی تھی۔واپس جانا۔۔۔اپنی دنیا۔۔۔اپنی ماں کے پاس۔

بہرام نے آخر کار بات روک دی۔

یہ سب منظر۔۔چند قدم کے فاصلے پر کھڑی گلنار خاموشی سے دیکھ رہی تھی۔

اس کے لب خاموش تھے۔۔مگر دل میں جیسے کسی نے آہستہ سے ایک پرانا زخم چھیڑ دیا ہو۔

اسے یاد آیا۔۔

جب وہ پہلی بار اس محل میں آئی تھی۔اس کے پاؤں میں جوتے تک نہ تھے۔

کسی نے یہ نہیں کہا تھا۔۔تمہارے ناپ کے بابوج بنوا دیتا ہوں۔

اسے صرف یہ سکھایا گیا تھا۔۔کہ شاہی محل میں رہنا ہے تو خاموش رہنا سیکھو۔

اور آج۔۔یہ اجنبی لڑکی۔۔جس کی زبان بھی کوئی نہیں سمجھتا۔۔

اس کی ایک مسکراہٹ پر لوگ اس کی ہر ضرورت سمجھنے لگے تھے۔

اور اسی خاموش لمحے۔۔احساسِ محرومی نے اس کے دل میں ایک اور اینٹ رکھ دی۔

چند ہی لمحوں بعد دروازہ کھلا۔ایک عمر رسیدہ مگر باوقار شخص اندر داخل ہوا۔

اس کے چہرے پر علم اور تجربے کی گہری سنجیدگی تھی۔۔شیخ نجم الدین۔

انہیں دیکھتے ہی سلطان سمیت مجلس میں موجود سب افراد اپنی اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے۔سلطان نے مجلس میں موجود سب لوگوں کو باہر جانے کا اشارہ کیا۔دروازہ بند ہوا تو مجلس میں صرف سلطان، شیخ نجم الدین، بدرالدین شہزادی ملکہ اور آئرین رہ گئے۔

"تشریف لائیے،استاد محترم۔"سلطان نے آگے بڑھ کر ادب سے ان کا استقبال کیا۔

شیخ نجم الدین نے سلطان کو دعائیہ انداز میں دیکھا اور پھر سب کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔سلطان اپنی نشست پر واپس آئے، پھر وزیر بدرالدین کی طرف نگاہ کی۔صرف ایک مختصر سا اشارہ۔بدرالدین سمجھ گئے۔

وہ شیخ نجم الدین کے قریب آئے اور آہستہ سے صورتِ حال بتانے لگے۔

"یہ شہزادی ملکہ کی دوست ہے۔دیارِ حجاز سے یہاں آئی ہے۔"

"یہ ہماری زبان نہیں سمجھتی۔"

"کیا یہ صرف اپنی دوست سے ملنے یہاں آئی تھی؟ یا اس کے یہاں آنے کے پیچھے کوئی اور وجہ بھی ہے؟"

شیخ نجم الدین خاموشی سے سنتے رہے۔جیسے کسی بھولی ہوئی بات نے اچانک ان کے ذہن کے دروازے پر دستک دے دی ہو۔

"دیارِ حجاز۔۔؟"

انہوں نے بہت دھیمی آواز میں دہرایا۔بدرالدین نے حیرت سے انہیں دیکھا۔

"جی، شیخ۔"

شیخ نجم الدین کی نگاہ اب آئرین کے چہرے پر جمی ہوئی تھی۔

وہ کچھ کہنا چاہتے تھے۔۔۔ مگر جیسے الفاظ ان کے لبوں تک آ کر رک گئے ہوں۔

شیخ نجم الدین کی نگاہ ابھی تک آئرین پر ٹھہری ہوئی تھی۔ ان کے چہرے پر حیرت ضرور تھی، مگر اس حیرت میں کسی سازش کا رنگ نہیں تھا۔

بس ایک سوال تھا جو ان کے ذہن میں بار بار گردش کر رہا تھا۔

دیارِ حجاز۔۔؟

انہوں نے قدرے توقف کے بعد سلطان کی طرف دیکھا۔

"سلطان۔۔۔" ان کی آواز میں اب بھی حیرت کی ہلکی سی جھلک تھی۔

"اگر یہ لڑکی واقعی دیارِ حجاز سے آئی ہے تو ایک بات سمجھ میں نہیں آتی۔"

سلطان نے نگاہ اٹھائی۔

"اتنی دور سے۔۔ کیا یہ اکیلی یہاں تک آئی ہے؟"

مجلس میں خاموشی چھا گئی۔ آئرین کو ان کی بات کا ایک لفظ بھی سمجھ نہیں آیا تھا۔

وہ بس سب کے چہروں کو دیکھ رہی تھی۔ شیخ نجم الدین نے سلطان کی طرف رخ کیا۔

"وہاں عربی بولی جاتی ہے۔"

سلطان نے اثبات میں سر ہلایا۔

"مجھے عربی زبان کی صرف گرامر کا علم ہے۔ گفتگو میں اتنا ماہر نہیں ہوں کہ طویل بات کر سکوں، مگر شاید اس لڑکی سے بنیادی بات چیت کی جا سکے۔"

"کوشش کیجیے۔" سلطان نے فوراً اجازت دی۔

شیخ نجم الدین آئرین کی طرف متوجہ ہوئے۔ چند لمحے اسے غور سے دیکھا، پھر نہایت سادہ عربی میں پوچھا،

"اسمُکِ ؟"

آئرین جیسے اپنے کانوں پر یقین نہ کر سکی۔اس کے چہرے پر پہلی بار ایک واضح سی خوشی نمودار ہوئی۔کسی نے اس کی زبان میں بات کی تھی۔

وہ بے اختیار اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر بولی:

" آئرین ۔۔۔"

اس کے لہجے میں ایسی راحت تھی جیسے اسے اچانک اس اجنبی دنیا میں کوئی اپنا مل گیا ہو۔شیخ نجم الدین نے سر ہلایا۔

پھر انہوں نے پیچھے موجود لوگوں کی طرف دیکھا۔

"اس کا نام آئرین ہے۔"

بدرالدین نے آئرین کی طرف اشارہ کیا۔

"کہیں ایسا تو نہیں کہ اسے ہماری زبان آتی ہو اور یہ اب تک سب کے سامنے لاعلمی کا اظہار کر رہی ہو؟"

شیخ نجم الدین نے آئرین کی طرف دیکھا، پھر نہایت اطمینان سے کہا:

"اور اگر یہ واقعی اپنی زبان چھپا رہی ہوتی۔۔تو ہمارے سلطان اسے پہچان لیتے۔"

مجلس میں موجود سب کی نگاہیں سلطان کی طرف اٹھ گئیں۔سلطان خاموش بیٹھے آئرین کو دیکھ رہے تھے۔

شیخ نجم الدین نے بات مکمل کی: "سلطان اکثر فرماتے ہیں کہ وہ سچ اور جھوٹ کی آنکھیں پہچان لیتے ہیں۔"

پھر ان کی نظر آئرین کی آنکھوں پر ٹھہر گئی۔

وزیر بدرالدین کہنے ہی والے تھے:

"اس سے یہ پوچھیں کہ یہ باغ۔۔۔۔"

سلطان نے صرف نگاہ اٹھا کر انہیں دیکھا۔وزیر فوراً خاموش ہو گئے۔

شیخ نجم الدین نے یہ مختصر سا اشارہ محسوس کر لیا۔وہ آہستہ سے وزیر کی طرف مڑے۔

"کیا بات ہے، وزیر صاحب؟"

بدرالدین نے قدرے توقف کے بعد کہا،

"شیخ صاحب، میں چاہتا ہوں کہ۔۔اس سے پوچھ لیجیے کہ یہ یہاں سے واپس کیسے جائے گی؟"

انہوں نے ایک لمحے کے لیے سلطان کی طرف دیکھا، پھر بولے:

"کیا ہمیں اس کے واپس جانے کا کوئی انتظام کرنا چاہیے؟"

شیخ نجم الدین نے آئرین کی طرف رخ کیا۔

چونکہ انہیں عربی کی مکمل گفتگو پر عبور نہیں تھا، اس لیے وہ نہایت سادہ اور ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں بات کرنے لگے۔

"أنتِ۔۔ عودة؟"

تم۔۔واپس آ گئی ہو؟"

آئرین نے خالی نظروں سے انہیں دیکھا۔ شیخ نے الفاظ بدل کر دوبارہ پوچھنے کی کوشش کی۔

"کیف۔۔ تذهبين؟"

تم کیسے۔۔جا رہی ہو؟

اس بار آئرین کو صرف ایک لفظ سمجھ آیا۔

"کیف۔۔۔"

"کیسے۔۔۔۔"

وہ کچھ دیر انہیں دیکھتی رہی، پھر بے بسی سے سر ہلا دیا۔

"لا أعرف۔۔۔"

"مجھے نہیں معلوم۔۔۔"

شیخ نجم الدین نے فوراً سمجھنے کی کوشش کی۔

"لا تعرفين۔۔ كيف أتيتِ؟"

"تم نہیں جانتیں۔۔کہ تم کیسے آئیں؟"

اس نے آہستہ سے جواب دیا:

"لا أعرف۔۔۔"

"مجھے نہیں معلوم۔۔۔"

پھر اپنے ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے بولی،

"لا أعرف كيف جئتُ هنا۔۔۔"

"مجھے نہیں معلوم کہ میں یہاں کیسے آئی۔۔۔"

شیخ نجم الدین نے غور سے اس کی بات سنی۔ پھر پوچھا۔۔

"صديق؟"

"دوست؟"

آئرین نے سر اٹھایا۔ شیخ نے اشارے سے پوچھا،

"رفيق؟ أحد معك؟"

"ساتھی؟ کیا تمہارے ساتھ کوئی ہے؟"

اس نے فوراً سر ہلا دیا۔

"لا۔۔لا أحد۔"

"نہیں۔۔کوئی نہیں۔"

شیخ نجم الدین کچھ لمحے خاموش رہے۔ پھر پلٹ کر سلطان اور وزیر کی طرف دیکھا۔

"یہ کہتی ہے کہ اسے نہیں معلوم وہ یہاں کیسے آئی۔"

"اور اس کے ساتھ کوئی نہیں تھا۔"

وزیر بدر الدین کچھ کہنے ہی والے تھے کہ ان کی نگاہ بے اختیار سلطان کی طرف اٹھ گئی۔

سلطان پہلے ہی انہیں دیکھ رہے تھے۔ صرف ایک مختصر سی نظر۔۔اور بدرالدین سمجھ گئے۔

انہوں نے فوراً اپنا لہجہ بدل لیا۔

"ٹھیک ہے، شیخ صاحب۔"

آپ کا بہت شکریہ۔آپ نے ہماری "ہم چند دنوں میں اس کے واپس جانے کا انتظام کرنے کی کوشش کریں گے۔"
"بڑی مدد کی۔

شیخ نجم الدین نے سلطان کی طرف رخ کیا۔

"سلطان، اگر اجازت ہو تو ایک گزارش ہے۔"

"کہیے۔" سلطان نے سر ہلایا۔

"جب تک یہ لڑکی یہاں ہے، اگر میری کہیں ضرورت ہو تو مجھے بلا لیجیے گا۔"

انہوں نے آئرین کی طرف دیکھا۔

"اور اگر آپ اجازت دیں تو میں اسے ہماری زبان کے بنیادی قواعد سیکھا سکتا ہوں۔"

"کم از کم اتنا کہ یہ اپنی ضرورت اور بات دوسروں تک پہنچا سکے۔"

سلطان نے چند لمحے شیخ نجم الدین کو دیکھا۔

پھر مختصر سا جواب دیا "ٹھیک ہے۔"

"شکریہ، سلطان۔" شیخ نجم الدین نے سر جھکا دیا۔

آئرین خاموشی سے انہیں دیکھ رہی تھی۔اس اجنبی دنیا میں پہلا انسان جو اس کی زبان کا کوئی حصہ سمجھ سکتا تھا۔

شیخ نجم الدین کے رخصت ہوتے ہی مجلس میں چند لمحوں کے لیے خاموشی چھا گئی۔

وزیر بدرالدین نے دروازے کی طرف دیکھا، پھر سلطان کی جانب متوجہ ہوئے۔

"میرے سلطان۔۔۔"

سلطان نے نگاہ اٹھائی۔ بدرالدین نے قدرے احتیاط سے پوچھا،

"کیا آپ کو اپنے استادِ محترم کی بات پر اطمینان نہیں؟"

سلطان کے چہرے پر ہلکی سی سنجیدگی آئی۔

"ایسا نہیں ہے، بدرالدین۔"

وہ چند لمحے خاموش رہے، پھر بولے؛

"شیخ نجم الدین میرے استاد ہیں۔ میرے لیے ہمیشہ قابلِ عزت رہے ہیں اور ان کی علمیت پر مجھے کوئی شک نہیں۔"

بدرالدین نے سر جھکا دیا۔ سلطان کی نگاہ آئرین کی طرف اٹھ گئی۔

وہ خاموشی سے کھڑی تھی، اور مجلس میں ہونے والی گفتگو کا بیشتر حصہ اس کی سمجھ سے باہر تھا۔

سلطان نے دھیمی آواز میں کہا،

"مگر یہ لڑکی۔۔ یہ ایک راز ہے۔"

"اور میں کسی راز کو وقت سے پہلے ظاہر کرنا پسند نہیں کرتا۔" انہوں نے بدرالدین کی طرف دیکھا۔

"ابھی ہمیں صرف اتنا معلوم کرنا ہے کہ یہ یہاں کیسے پہنچی، کیوں پہنچی اور اس کے ساتھ اصل میں کیا ہوا۔"

"جی، میرے سلطان۔" بدرالدین نے فوراً سر جھکا دیا۔

سلطان خاموش ہو گئے۔ سلطان کچھ دیر خاموش بیٹھے رہے۔ پھر ان کی نگاہ شہزادی ملکہ پر اٹھی۔

"اس نے کچھ بتایا؟"

شہزادی ملکہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں، میرے سلطان۔۔ دیارِ حجاز کی خبر بھجوادی تھی۔۔"

سلطان خاموش رہے۔ شہزادی ملکہ نے خود ہی کہا،

"البتہ۔۔اس کے پاس ایک عجیب سی چیز ہے۔"

"چھوٹی سی چیز ہے۔وہ اس کے اندر تصویریں دکھا سکتی ہے۔"

"اس نے مجھے بیت اللہ دکھایا تھا۔" سلطان خاموشی سے سنتے رہے۔

اس بار سلطان کی نگاہ ذرا ٹھہری۔ شہزادی ملکہ بولتی رہی،

"مگر وہ ویسا نہیں تھا جیسا ہم نے دیکھا ہے۔" وہ آہستہ آہستہ سمجھانے لگی۔

"وہی خانہ کعبہ تھا، مگر اس کے گرد بے شمار لوگ تھے اتنے کہ نگاہ جہاں تک جاتی، لوگ ہی لوگ دکھائی دیتے تھے سب طواف کر رہے تھے۔"

"اور اس کے گرد بہت بلند عمارتیں تھیں۔"

"بہت بلند۔۔کئی منزلہ۔" شہزادی ملکہ نے حیرت سے کہا

"رات کا منظر بھی دکھایا۔ہر طرف روشنی تھی۔ایسی روشنی جیسے پورا شہر جگمگا رہا ہو۔"

سلطان نے کوئی سوال نہیں کیا۔بس آئرین کو دیکھتے رہے۔

"اس نے اسے بیت اللہ ہی کہا تھا، میرے سلطان۔" شہزادی ملکہ نے دھیرے سے کہا

شاہی باغ کی خاموش فضا میں ہلکی ہوا چل رہی تھی۔سنگِ مرمر کے فوارے سے گرتے پانی کی مدھم آواز پورے باغ میں بکھری ہوئی تھی۔

سلطان محمد بازید حسبِ معمول خاموشی سے ایک پتھریلی نشست پر بیٹھے تھے۔ان کی نگاہ سامنے کھلے باغ پر تھی۔

وزیر بدرالدین چند قدم کے فاصلے پر مؤدب کھڑے تھے۔سلطان کی نگاہیں باغ کی پگڈنڈیوں پر جمی تھیں، مگر ذہن میں محل کے پچھلے چند دنوں کے واقعات ایک ایک کر کے الجھ رہے تھے۔

اور اب سیدہ عائشہ خاتون کے باغ میں اس اجنبی لڑکی کا یوں آجانا۔۔۔

"وزیر صاحب۔۔۔" سلطان نے کافی دیر بعد خاموشی توڑی۔

بدرالدین نے فوراً نگاہ اٹھائی۔ سلطان کی آواز حسب معمول پر سکون تھی، مگر سوال میں چھپی سنجیدگی واضح تھی۔

"آپ کو کیا لگتا ہے۔۔ محل میں جو کچھ ہو رہا ہے۔۔۔ اس میں اس لڑکی کا کوئی تعلق ہو سکتا ہے؟"

"میرے سلطان۔۔۔" سلطان نے صرف نگاہ ان کی طرف اٹھائی۔

"اس لڑکی کا ان تمام باتوں سے کوئی تعلق نہیں لگتا۔۔ وہ صرف ایک بے بس بچی ہے۔"

سلطان نے کوئی جواب نہ دیا۔

"اگر اجازت ہو تو۔۔۔" بدرالدین نے ہمت کر کے دوبارہ عرض کیا۔

"میری گزارش ہے کہ اسے ابھی محل ہی میں رہنے دیا جائے۔"

سلطان کی نگاہ چند لمحے وزیر پر ٹھہری۔ پھر انہوں نے نہایت پر سکون لہجے میں پوچھا۔

"بدرالدین صاحب۔۔۔"

"آپ کی عمر کتنی ہے؟"

"ساٹھ برس، میرے سلطان۔" وزیر نے حیرت سے جواب دیا۔

"عجیب بات ہے۔" سلطان نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ساٹھ برس کا ایک شخص۔۔۔ ایک اجنبی لڑکی کے لیے اس قدر اصرار کر رہا ہے۔"

بدرالدین نے فوراً سر جھکا لیا۔ سلطان کی آواز پہلے کی طرح ہموار تھی۔

"مجھے یوں محسوس ہونے لگا ہے۔۔ کہ اس محل میں ہر شخص اسی کی طرف داری کر رہا ہے۔"

"صرف اس لیے۔۔ کہ وہ حسین ہے۔۔" چند لمحے خاموش رہ کر انہوں نے مزید کہا۔

"ہر گز نہیں، میرے سلطان۔" بدرالدین نے فوراً نفی میں سر اٹھایا۔

"میرا رب گواہ ہے۔۔۔" ان کی آواز میں پہلی بار بے اختیار جذبات آ گئے۔

"میری وجہ کچھ اور ہے۔" پھر آہستہ سے بولے۔

"ابھی میں آپ کو اس کی وجہ نہیں بتا سکتا۔"

"لیکن مجھے یقین ہے۔۔ وقت آنے پر آپ بھی وہی دیکھیں گے جو آج میری آنکھیں دیکھ رہی ہیں۔"

سلطان خاموش رہے۔ بدرالدین نے ایک قدم آگے بڑھایا۔

"میرے سلطان۔۔ میرے لیے وہ کسی اجنبی کی بیٹی نہیں۔۔ اپنی بیٹیوں جیسی ہے۔"

سلطان نے دور باغ کی طرف دیکھا۔ پھر نہایت مختصر الفاظ میں بولے۔

"اس کا ایک گھر ہے۔" چند لمحے بعد انہوں نے بدرالدین کی طرف دیکھا۔

"وہ یہاں رہنے کے لیے نہیں آئی۔۔ وہ واپس جائے گی۔"

بس اتنا کہہ کر سلطان دوبارہ خاموش ہو گئے۔ ان کی نگاہیں پھر باغ کی طرف لوٹ گئیں۔

اور وزیر بدرالدین۔۔ خاموش کھڑے یہ سوچتے رہ گئے کہ آخر کیوں ان کا دل اس اجنبی لڑکی کے بارے میں بار بار یہی گواہی دے رہا تھا

کہ اس کا اس سلطنت میں آنا، محض ایک اتفاق نہیں۔

شاہی باغ کی خاموشی ابھی مکمل طور پر ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ تیز قدموں کی آواز سنائی دی۔ اس بار تیمور تھا۔

وہ تیزی سے چلتا ہوا آیا، مگر سلطان کے قریب پہنچ کر فوراً مؤدب انداز میں سر جھکا لیا۔

"میرے سلطان۔۔۔"

"کہو۔" سلطان کی نگاہ اس پر اٹھی۔

"تشویش کی بات ہے۔" تیمور نے ایک لمحہ توقف کیا، سلطان خاموش رہے۔

"حکیمِ سلطنت کا کہنا ہے، کہ بیمار ہونے والے سپاہیوں نے یا تو کوئی زہریلی چیز کھائی ہے۔۔۔"

"یا۔۔ کسی زہریلے مادّے کی بُو سونگھی ہے۔"

یہ سنتے ہی سلطان کی نگاہ یکدم تیمور پر جم گئی۔ چند لمحوں کی خاموشی۔۔ پھر ان کی آواز سنائی دی۔

"تیمور۔"

"جی، میرے سلطان۔"

"کیا ہماری سلطنت کے سپاہی اب زہر کھانے لگے ہیں؟"

تیمور خاموش رہا۔ سلطان اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کے لہجے میں غصہ تھا، مگر آواز اب بھی بلند نہیں ہوئی تھی۔

"ہر بار تم لوگ میرے پاس نتیجہ لے کر آتے ہو۔" وہ ایک ایک لفظ ٹھہر کر بول رہے تھے۔

"یہ ہو گیا۔۔ وہ ہو گیا۔۔ مگر۔۔۔" انہوں نے سیدھا تیمور کی آنکھوں میں دیکھا۔

"مجھے ہمیشہ وجہ چاہیے۔۔ تفصیل نہیں۔"

"یہ نہیں کہ کیا ہوا۔۔ بلکہ یہ کہ ہوا کیوں؟"

"قصور معاف، میرے سلطان۔" تیمور نے فوراً سر جھکا لیا۔

سلطان چند لمحے خاموش کھڑے رہے۔ پھر مختصر سا حکم دیا۔

"سپاہیوں کے کھانے۔۔ پانی۔۔ دواؤں۔۔ حتیٰ کہ ان کے برتنوں تک پر نظر رکھی جائے۔"

"جی، میرے سلطان۔" تیمور نے فوراً کہا۔

سلطان مزید کچھ کہے بغیر مڑے اور باغ سے باہر چلے گئے۔ ان کے جاتے ہی باغ میں ایک عجیب سی خاموشی چھا گئی۔

تیمور نے گہرا سانس لیا۔ وزیر بدرالدین ابھی تک وہیں کھڑے تھے۔ تیمور ان کی طرف مڑا۔

"وزیر صاحب۔۔۔ میں نے آج تک سلطان کو اس قدر برہم نہیں دیکھا۔"

"آخر بات کیا ہے؟" وہ آہستہ سے بولا۔

بدرالدین نے سلطان کے جاتے ہوئے راستے کی طرف دیکھا۔ پھر دھیمی آواز میں بولے۔

"محل میں ایک ساتھ بہت کچھ ہو رہا ہے۔"

"اور پھر۔۔ اس اجنبی لڑکی کا اچانک یہاں آجانا۔"

تیمور خاموشی سے سنتا رہا۔ بدرالدین نے آہ بھری۔

"سلطان چاہتے ہیں۔۔ کہ اسے جلد از جلد واپس بھیج دیا جائے۔" وہ ہلکا سا مسکرائے۔

"مگر۔۔ میں نے اس کی حمایت کر دی۔" تیمور نے حیرت سے انہیں دیکھا۔

"اور شاید۔۔ سلطان کو یہی بات ناگوار گزری ہے۔" بدرالدین نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی۔

"ان کے خیال میں۔۔۔" چند لمحے خاموش رہنے کے بعد وہ آہستہ سے بولے۔

"محل میں پیش آنے والے ہر نئے واقعے کی ڈور کہیں نہ کہیں اسی لڑکی سے جا ملتی ہے۔"

تیمور نے بے اختیار محل کی عمارت کی طرف دیکھا۔

اور پہلی بار۔۔۔ اس کے دل میں بھی ایک سوال پیدا ہوا۔ کیا واقعی یہ سب محض اتفاق تھا؟

شہزادی ملکہ اپنی والدہ کے استقبال کے لیے محل کے بیرونی حصے کی طرف جا چکی تھیں۔ کمرے میں اب صرف آئرین، شہزادی ماہ جبین، گلنار اور دو خادمائیں موجود تھیں۔ کھڑکی سے آتی نرم ہوا باریک پردوں کو ہلکا ہلکا ہلا رہی تھی۔ دور باغ میں پرندوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

آئرین پہلی بار محل کے اس پُرسکون ماحول میں خود کو کچھ ہلکا محسوس کر رہی تھی۔

اگرچہ سامنے بیٹھی دونوں لڑکیوں کی ایک بات بھی اس کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔۔
مگر ان کے لہجے میں ایسی اپنائیت تھی کہ لفظوں کی کمی محسوس ہی نہیں ہورہی تھی۔
ماہ جبین نے اپنے پاس رکھا ہوا آسمانی رنگ کا مصری ململ کا کپڑا اٹھایا۔اس نے اسے آہستگی سے کھولا۔ہلکا سا کپڑا ہوا میں لہرا گیا۔
وہ مسکرا کر آئرین کی طرف بڑھی اور کپڑا اس کے سامنے پھیلا دیا۔اسی دوران گلنار نے وہ نرم بابوج اٹھالیا۔
وہ آئرین کے سامنے بیٹھ گئی۔اس نے بابوج کی طرف اشارہ کیا۔۔پھر آئرین کے پاؤں کی طرف۔
آئرین نے فوراً سمجھ لیا۔مگر جیسے ہی پہننے لگی،اس نے الٹا بابوج دائیں کے بجائے بائیں پاؤں میں ڈال لیا۔
"نہیں۔۔۔نہیں۔۔۔"گلنار نے فوراً ہنستے ہوئے سر ہلایا۔
وہ خود بھی جانتی تھی کہ آئرین اس کی بات نہیں سمجھے گی۔چنانچہ اس نے ہنس کر بابوج نکالا اور صحیح پاؤں میں پہنادیا۔
آئرین نے ایک لمحہ بابوج کو دیکھا۔۔پھر اپنے ماتھے پر ہلکی سی چپت ماری۔

"Oh... Sorry"

تینوں کو لفظ تو سمجھ نہ آیا۔۔لیکن اس کے انداز نے سب سمجھادیا۔ماہ جبین اور گلنار بے اختیار ہنس پڑیں۔
آئرین بھی ان کی ہنسی دیکھ کر خود ہنسنے لگی۔چند لمحوں کے لیے۔۔۔زبانوں کی دیوار جیسے کہیں غائب ہوگئی تھی۔
اتنے میں سلائی کرنے والی ایک عمر رسیدہ خاتون اندر داخل ہوئیں۔ماہ جبین نے انہیں آسمانی ململ تھمائی۔
پھر آئرین کی طرف دیکھ کر اپنے ہاتھوں سے ناپ لینے کا اشارہ کیا۔خاتون آہستہ آہستہ آئرین کے کندھوں،بازوؤں اور قد کا ناپ لینے لگیں۔
آئرین پہلے تو ذرا گھبرائی۔۔۔پھر ماہ جبین نے مسکرا کر اس کا ہاتھ تھپتھپادیا۔
گویا کہہ رہی ہو۔۔۔فکر مت کرو۔ناپ مکمل ہوا تو ماہ جبین نے دوبارہ کپڑا اٹھایا۔
اسے اپنے سامنے پھیلایا۔پھر آنکھیں بند کر کے جیسے تصور کرنے لگی۔

اور مسکرا کر بولی، "یہ رنگ۔۔۔ تم پر بہت خوب جچے گا۔"

آئرین الفاظ نہ سمجھ سکی۔ مگر ماہ جبین کی نگاہوں میں موجود خلوص۔۔۔ وہ بخوبی سمجھ گئی۔ اس نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ دل پر ہاتھ رکھا۔

"Thank you..."

ماہ جبین نے اگرچہ ایک لفظ بھی نہ سمجھا۔۔ مگر جواب میں اس نے بھی دل پر ہاتھ رکھا۔

سلائی کرنے والی خاتون ناپ لے چکی تھیں۔ اب وہ ایک موٹی سی کتاب کھول کر شہزادی ماہ جبین کے سامنے رکھے کھڑی تھیں۔

اس کتاب میں مختلف لباسوں کے ہاتھ سے بنے خاکے تھے۔ ماہ جبین نے پہلا خاکہ کھولا۔ پھر مسکراتے ہوئے آئرین کے سامنے کیا۔

"یہ؟"

آئرین نے غور سے دیکھا۔ لمبی آستینیں۔۔ بھاری کڑھائی۔۔ چوڑا دامن۔۔ اس نے فوراً ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلا دیا۔

"No..."

"یہ؟" ماہ جبین دوسرا صفحہ پلٹتی۔

آئرین پھر مسکرا کر نفی میں سر ہلا دیتی۔

تیسرا۔۔ چوتھا۔۔ پانچواں۔۔ آخر کار ماہ جبین نے بے بسی سے کتاب بند کر دی۔

"اب آخر تمہیں کیسا لباس چاہیے؟"

آئرین الفاظ نہ سمجھ سکی۔۔ ماہ جبین نے کتاب دوبارہ کھولی۔ ایک نسبتاً سادہ لباس کا خاکہ سامنے آیا۔

لمبا فراک۔۔ اور ہلکی سی نفاست۔ اس نے سوالیہ نظروں سے آئرین کو دیکھا۔

آئرین نے غور سے دیکھا۔۔ پھر مسکرا کر انگوٹھا اوپر کر دیا۔

"Yes!"

ماہ جبین نے اگرچہ لفظ نہ سمجھا۔۔ لیکن اس بار وہ سمجھ گئی کہ یہی پسند آیا ہے۔

وہ خوشی سے سلائی کرنے والی خاتون کی طرف مڑی۔ چند ہدایات دیں۔ خاتون ادب سے سر جھکا کر رخصت ہو گئیں۔

ماہ جبین نے کپڑوں کے بعد آخر میں ایک چھوٹا سا مخملی ڈبہ اٹھایا۔

اسے کھولا تو اندر چاندی کا ایک نہایت خوبصورت لاکٹ رکھا تھا، جس کے درمیان فیروزی نگینہ جڑا ہوا تھا۔

ماہ جبین نے لاکٹ اٹھایا اور آئرین کے گلے میں پہنانے کے لیے آگے بڑھی۔

مگر لاکٹ پر نظر پڑتے ہی آئرین کی آنکھیں اچانک ٹھہر گئیں۔ وہ چند لمحوں تک اسے دیکھتی رہی۔

چاندی کا وہی رنگ۔۔ فیروزی نگینہ۔۔ اور پھر اس کے ذہن میں اچانک ایک دھندلا سا منظر ابھرا۔

وہ بوڑھا آدمی۔۔ اور اس کے ہاتھ میں یہی لاکٹ۔ اس نے پلکیں جھپکیں۔ ماہ جبین نے لاکٹ اس کے گلے میں پہنا دیا۔

آئرین نے فوراً اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس کی آواز میں بے چینی تھی۔

"من أين حصلت على هذا؟"

"تمہیں یہ کہاں سے ملا؟"

آئرین نے لاکٹ کی طرف اشارہ کیا۔ "کیا؟" ماہ جبین نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"هذا۔۔۔ من أين أتيت به؟"

"یہ۔۔۔ تم اسے کہاں سے لائے ہو؟"

ماہ جبین کی سمجھ میں ایک لفظ بھی نہ آیا۔ وہ چند لمحے آئرین کو دیکھتی رہی، پھر لاکٹ کو۔

"تمہیں پسند نہیں آیا؟"

آئرین نے فوراً سر ہلایا۔ ماہ جبین اور الجھ گئی۔

"تو پھر کیا ہوا؟"

آئرین نے دونوں ہاتھوں سے لاکٹ تھام لیا۔ پھر نہایت آہستگی سے، جیسے اشاروں سے سمجھانے کی کوشش کر رہی ہو، لاکٹ کی طرف اشارہ کیا اور بولی،

"من أين أخذته ؟ أين وجدته ؟"

"تم نے یہ کہاں سے لیا؟ تمہیں یہ کہاں ملا؟"

ماہ جبین نے اس کے ہاتھ کو دیکھا، پھر اس کے چہرے کو۔

ماہ جبین نے سمجھا شاید اسے جواب پسند آیا ہے۔

آئرین نے جلدی سے اس کا ہاتھ دوبارہ پکڑ لیا۔

" أخبريني أين اشتريته ؟"

"مجھے بتاؤ، تم نے یہ کہاں سے خریدا؟"

ماہ جبین نے پریشانی سے اپنی خادمہ گلنار کی طرف دیکھا۔ گلنار بھی دونوں کو خاموشی سے دیکھ رہی تھی۔ ماہ جبین نے بے بسی سے کہا۔

"یہ کیا پوچھ رہی ہے؟"

آئرین خاموش ہو گئی۔ وہ جانتی تھی کہ ماہ جبین اس کی بات سمجھ نہیں رہی۔۔ اور ماہ جبین یہ سمجھ رہی تھی کہ شاید آئرین کو لاکٹ پسند نہیں آیا۔ چند لمحے دونوں ایک دوسرے کو دیکھتی رہیں۔۔ اور دونوں کے درمیان صرف وہی ایک لاکٹ تھا، جو شاید دونوں سے زیادہ کچھ جانتا تھا۔ آئرین نے آخر کار آہستہ سے لاکٹ کو اپنی انگلیوں میں تھام لیا۔۔ اس کی نظریں فیروزی نگینے پر جمی تھیں۔ وہ بوڑھا آدمی پھر سے اس کے ذہن میں آیا۔

"هل هذا لك ؟"

"کیا یہ تمہارا ہے؟"

اور سب سے عجیب بات یہ تھی۔۔کہ جس دنیا میں اسے پہلی بار یہ لاکٹ دکھائی دیا تھا،وہاں اسے یقین تھا کہ وہ اس کا نہیں۔

لیکن یہاں۔۔وہ دوبارہ اس کی زندگی میں آ کھڑا ہوا تھا۔آئرین نے بے اختیار لاکٹ کو مٹھی میں بند کر لیا۔

حازم واپس آ کر تاجر کے سامنے کھڑا ہو گیا۔اس نے کاغذ اور جمع کی ہوئی ساری رقم اس کے حوالے کر دی۔

تاجر نے رقم گنی تو فوراً تیوری چڑھالی۔

"اس پر پیسے کم کیوں ہیں؟"

حازم نے نظریں جھکا کر کہا،

"وہ لوگ پوری رقم نہیں دے سکے تھے۔میں نے کہا ہے،اگلی بار لے لوں گا۔"

"اگلی بار؟"تاجر چند لمحے اسے گھورتا رہا،پھر طنزیہ ہنسی ہنسا۔

"تمہیں کس نے اختیار دیا ہے کہ تم میری رقم معاف کرتے پھرو؟"

حازم خاموش رہا۔تاجر نے کاغذ اس کے سامنے پھینک دیا۔

"سنو حازم،اگر پیسے کمانے ہیں تو کام کو کام سمجھ کر کرو۔"

"یہ رحم دلی،ہمدردی اور نیکی کے شوق اپنے پاس رکھو۔"

"تمہیں جس رقم کے لیے بھیجا جائے،وہ پوری رقم واپس لانی ہے۔"

"آج تم نے ایک گھر پر رحم کیا ہے،کل دس گھر تمہیں اپنی مجبوریاں سنائیں گے۔"

پھر سخت لہجے میں بولا،

"آئندہ ایسی حرکت کی تو تمہیں کام سے نکال دوں گا۔"

"بازار میں ایسے بہت لوگ ہیں جو تمہاری جگہ کھڑے ہونے کے لیے تیار ہیں۔"

حازم نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے، مگر تاجر نے ہاتھ اٹھا کر روک دیا۔

"یاد رکھنا، غریب آدمی کے پاس رحم کرنے کی عیاشی نہیں ہوتی۔"

یہ جملہ حازم کے دل میں کہیں گہرا اتر گیا۔ وہ خاموشی سے وہاں سے نکل آیا۔ راستے بھر اس کے ذہن میں تاجر کی باتیں گونجتی رہیں۔

اس نے مٹھی بھینچ لی۔۔ نہیں۔۔۔ اب وہ کسی پر رحم نہیں کرے گا۔

اگر ہر مجبور کو دیکھ کر اس کا دل پگھلنے لگا تو آخر وہ خود کب تک غریب رہتا؟

اسے پیسہ چاہیے تھا۔ بہت سا پیسہ۔ اور اب وہ ہر حال میں کمانا چاہتا تھا۔ آئندہ حازم کسی پر ترس نہیں کھائے گا۔

رات کافی گزر چکی تھی۔ کمرے میں خاموشی تھی۔ اچانک۔۔۔ پانی کا جام دیوار سے ٹکرایا۔

"آخر کیوں۔۔؟ وہ یہاں آئی ہی کیوں؟" ماہ جبین تیز سانسیں لے رہی تھی۔

"مجھے یقین ہے۔۔ یہ سب شہزادی ملکہ کی چال ہے۔" اس نے بے چینی سے پیشانی پر ہاتھ رکھا۔

"وہ جان بوجھ کر اسے محل میں لے کر آئی۔۔ تاکہ سلطان کی نگاہیں اس کی طرف رہیں۔۔"

چند لمحے خاموشی رہی۔ پھر اس کی نگاہ گلنار پر جا ٹھہری۔ وہ چند لمحے اسے دیکھتی رہی۔

"ایک بات میری سمجھ میں آج تک نہیں آئی، گلنار۔" پھر اس کے ہونٹوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ آئی۔

"کون سی بات، شہزادی؟"

"جس دن تم محل میں آئی تھیں۔۔ اسی دن سلطان نے سب کے سامنے فرمایا تھا۔۔"

وہ چند لمحے رکی۔ "شاہی محل کوئی سرائے نہیں۔۔ یہاں ہر اجنبی کو پناہ نہیں دی جا سکتی۔۔"

"مگر اب؟" پھر آہستہ سے بولی،

"اب وہی اصول کہاں چلا گیا؟"

گلنار خاموش رہی۔ ماہ جبین نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا،

"وہ لڑکی بھی تو اجنبی ہے۔"

"اس کے لیے کیوں نہیں کہا جا رہا۔۔ یہ محل اجنبیوں کی جگہ نہیں؟"

"عجیب بات ہے نا؟" ماہ جبین نے دھیرے سے کہا

پھر اس نے گلنار کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"تمہیں خود سلطان یہاں لائے تھے۔۔ فرق سمجھ رہی ہو؟"

"تمہیں محل میں رہنے کا حق ثابت کرنا پڑا تھا۔۔۔"

"اور اسے۔۔۔ کسی نے حق مانگنے ہی نہیں دیا۔"

گلنار خاموش رہی۔ ماہ جبین نے آخری وار کیا۔

"بس کبھی کبھی سوچتی ہوں۔۔ انسان کی قدر۔۔ اسے یہاں لانے والے سے ہوتی ہے۔۔"

"شاید اسی لیے۔۔ جسے سلطان لائیں۔۔ وہ صرف ایک ملازمہ رہ جاتی ہے۔"

"اور۔۔۔"

کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ گلنار نے کوئی جواب نہیں دیا۔

مگر ماہ جبین جانتی تھی۔۔ بعض زخم الفاظ سے نہیں کھلتے۔۔ صرف موازنہ کافی ہوتا ہے۔

گلنار کو پہلی بار محسوس ہوا۔۔ کہ انسان کو ہمیشہ روٹی کی کمی نہیں ستاتی۔۔

کبھی کبھی۔۔ برابری کی کمی بھی دل میں ایسی بھوک پیدا کر دیتی ہے، جو برسوں نہیں مرتی۔

اور ماہ جبین خوب جانتی تھی۔۔چنگاری کبھی باہر سے نہیں آتی۔۔وہ ہمیشہ دل کے کسی اندھیرے کونے میں پہلے سے سوئی ہوتی ہے۔

ماہ جبین نے صرف اس پر ہلکی سی ہوا دی تھی۔

حالانکہ گلنار کو سلطان نے کبھی خادمہ بنے رہنے پر مجبور نہیں کیا تھا۔۔۔اسے ایک بار نہیں، کئی بار موقع دیا گیا تھا۔

پہلی بار سلطان نے خود اسے آزاد کر کے کہا تھا کہ وہ اب آزاد ہے، مگر گلنار نے خود ہی خدمت میں رہنے کا فیصلہ کیا۔

پھر سلطان نے اسے محل سے باہر کسی اچھے گھر میں باعزت کام دلوانے کی پیشکش کی، مگر اس نے پھر انکار کر دیا۔

حتیٰ کہ سلطان نے آخری بار بھی اس سے پوچھا کہ کیا وہ واقعی یہی فیصلہ کر چکی ہے اور گلنار نے اپنی مرضی سے محل کی خادمہ بننے کا انتخاب کیا۔

کبھی کبھی قسمت انسان کے سامنے دروازے کھولتی ہے۔۔مگر انسان خود اپنی پسند کا راستہ چنتا ہے۔

اور شاید گلنار کے لیے بھی مسئلہ یہ نہیں تھا کہ اسے موقع نہیں ملا تھا۔۔

مسئلہ یہ تھا کہ اس نے ہر بار وہی راستہ چنا، جس نے اسے بعد میں اپنی ہی قسمت سے شکوہ کرنے پر مجبور کر دیا۔

رات کی تاریکی پہلے سے کہیں زیادہ گہری ہو چکی تھی۔شاہی کتب خانے کے باہر پہرہ دینے والا سپاہی اپنے مشکیزے سے پانی کا آخری گھونٹ پیا۔

اس نے گردن اٹھا کر ارد گرد دیکھا۔ہر طرف خاموشی تھی۔

اگلے ہی لمحے۔۔اس کے ہاتھ سے مشکیزہ زمین پر گرا۔اس نے اپنا گلا پکڑا۔سانس جیسے سینے میں اٹک گئی۔

آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔وہ دو قدم لڑکھڑایا۔۔پھر زمین پر گر پڑا۔اس کا پورا جسم تڑپنے لگا۔

چند ہی لمحوں بعد۔۔سب کچھ خاموش ہو گیا۔

ایک سیاہ لباس میں ملبوس نقاب پوش (ظہیر) خاموشی سے سائے کی طرح نمودار ہوا۔

اس نے مرے ہوئے سپاہی پر ایک سرسری نگاہ ڈالی۔ وہ سیدھا شاہی کتب خانے کے اندر داخل ہوا۔
چند ہی قدم بعد۔۔ وہ ایک چھوٹے سے لوہے کے صندوق کے سامنے رک گیا۔
اس نے اپنی چادر کے اندر سے ایک باریک خنجر نکالا۔ پھر موم بتی جلائی۔ خنجر کی نوک شعلے پر رکھ دی۔
چند لمحوں بعد لوہا سرخ ہونے لگا۔ اس نے گرم دھار سیدھی تالے میں اتاری۔ تالہ اندر سے ٹوٹ گیا۔
صندوق کھل گیا۔ اندر صرف تین چیزیں تھیں۔
ایک شاہی تاج۔۔ ایک قدیم ورق۔۔ اور۔۔ ایک مہر بند خط۔
نقاب پوش نے تاج کی طرف دیکھا بھی نہیں۔ ورق بھی وہیں چھوڑ دیا۔ اس کی نظریں صرف اس خط پر جم گئیں۔
اس نے فوراً اسے اٹھایا۔۔ اپنی چادر میں چھپایا۔۔ اور اسی خاموشی سے رات کے اندھیرے میں غائب ہو گیا۔
گھنٹوں بعد۔۔۔ اپنے خفیہ ٹھکانے پر پہنچ کر اس نے دروازہ اندر سے بند کیا۔
اوپر صرف اتنا لکھا تھا۔
"ملکہ عائشہ کے لیے۔"
نیچے۔۔۔ مہر پر کسی سلطنت یا دربار کی نشانی نہیں تھی۔
صرف ایک عجیب سا نشان بنا تھا۔۔ ایک دائرہ۔۔۔ جس کے بیچوں بیچ ایک باریک لکیر تھی۔
ظہیر کی انگلیاں ایک لمحے کے لیے رک گئیں۔ اس نے آہستہ سے سرگوشی کی،
"وقت کا سوداگر۔۔۔"
اس نے بے صبری سے خط کھولا۔
"جس روز سلطنت کا تاج اپنے اصل وارث سے دور ہونے لگے گا۔۔۔
تقدیر ایک اجنبی لڑکی کو اس سرزمین تک لے آئے گی۔

اہلِ روم اس کی زبان نہ سمجھ سکیں گے۔۔۔
مگر اسی کی آمد سے سلطنت کے پوشیدہ راز بے نقاب ہونا شروع ہوں گے۔"

ظہیر کی نظریں آخری سطر پر جم گئیں۔ چند لمحوں تک وہ بالکل ساکت بیٹھا رہا۔

پھر۔۔۔اس کے ماتھے پر پسینے کے قطرے ابھر آئے۔

اس نے بے اختیار سرگوشی کی۔

"تو وہ آ چکی ہے۔۔"

اور پہلی بار۔۔۔ ظہیر کے دل میں خوف نے دستک دی۔